

نفاق کی اجمالی شناخت

<?xml encoding="UTF-8">

1. نفاق شناسی کی ضرورت
2. نفاق کی لغوی و اصطلاحی معانی
3. اسلام میں نفاق کے وجود آنے کی تاریخ

نفاق شناسی کی ضرورت

دشمن شناسی کی اہمیت صاحبان ایمان کے وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ خصوصاً اسلامی نظام و قانون میں دشمن کی شناخت و معرفت ہے۔ اس میں کوئی تردید نہیں کہ اسلامی نظام کو برقرار رکھنے اور اس کے استحکام، پائیداری کے لئے اندرونی (داخلی) و بیرونی (خارجی) دشمنوں نیز، ان کے حملہ ور وسائل کی شناخت لازم و ضروری ہے، دشمن اور ان کے مکر و فریب کو پہچانے بغیر مبارزہ کا کوئی فائدہ نہیں، بعض اوقات دشمن کے سلسلہ میں کافی بصیرت و ہوشیاری نہ ہونے کے سبب، انسان دشمن سے رہائی حاصل کرنے کے بجائے دشمن ہی کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر اقدام سے پہلے بصیرت و ہوشیاری کو بنیادی شرط بتایا ہے، آپ فرماتے ہیں:

((العامل علی غیر بصیرۃ کالسائر علی غیر الطريق، لا یزیدہ سرعتہ السیر الا بعداً عن الطريق)) ۱

بغیر بصیرت و آگاہی کے عمل کو انجام دینے والا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کو بغیر پہچانے ہوئے چلنے والا، کہ اس صورت میں اصل ہدف و مقصد اور راہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسی ضرورت کی بنا پر قرآن میں پندرہ سو آیات سے زیادہ دشمن کی شناخت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، خداوند عالم ان آیات میں، مومنین اور نظام اسلامی کے مختلف دشمنوں کی (جن و انس میں سے) نشاندہی کی ہے نیز ان کی دشمنی کے انواع و اقسام حربے اور ان سے مقابلہ کرنے کے طور و طریقہ کو بتایا ہے، اور اس بات کی مزید تاکید کی ہے کہ مسلمان ان سے دور رہیں اور برائت اختیار کریں:

((یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء))

۱۲ صاحبان ایمان اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

آیات قرآن کی بنا پر مومنین کے دشمنوں کو بنیادی طور پر چار نوع و گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

نوع اوّل:

شیطان اور اس کے اہل کار (اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا) ۳
یقیناً شیطان تم سب کا دشمن ہے، تم بھی اسے دشمن بنائے رکھو۔
بعض قرآن کی آیات میں، خداوند عالم نے انسان خصوصاً مومنین کے سلسلہ میں شیطان کے آشکار کینے اور
دشمنی کو عدو مبین (آشکار دشمن) سے تعبیر کیا ہے، اللہ انسان کو منحرف کرنے والے شیطان کے مکر و
فریب، حیلے کو شمار کرتے ہوئے، مومنین سے چاہتا ہے کہ وہ شیطان کے راستے پر نہ چلیں۔
(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ) ۴
اے صاحبان ایمان شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

نوع دوّم:

کفار قرآن کی نظر میں مومنین کے دشمنوں میں ایک دشمن کفار ہیں۔
(اِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا) ۵
کفار تمہارے آشکار و عیاں دشمن ہیں۔

نوع سوم:

بعض اہل کتاب صاحبان ایمان و اسلام کے دشمنوں میں بعض اہل کتاب خصوصاً یہودی دشمن ہیں،
شہادت قرآن کے مطابق، صدر اسلام سے اب تک اسلام و مسلمان کے کینہ توز، عناد پسند دشمن یہودی رہے
ہیں، قرآن ان سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کو منع کرتا ہے۔
(لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودُ) ۶
یقیناً آپ مومنین کے سلسلہ میں شدید ترین دشمن یہود کو پائیں گے۔

نوع چہارم:

منافقین قرآن مجید نے منافقین کے اصلی خدو خال اور خصوصیت نیز ان کی خطرناک حرکتوں کو اجاگر کرنے کے
سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام اور بندوبست کیا ہے، تین سو سے زیادہ آیات میں ان کے طرز عمل کو افشا کرتے
ہوئے مقابلہ کرنے کی راہ اور طریقہ کو پیش کیا گیا ہے۔
یہ قرآنی آیتیں جو تیرہ سوروں کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں بحث حاضر، قرآن میں چہرہ نفاق کا اصلی محور
و موضوع ہیں۔

گرچہ اہل بیت اطہار علیہم السلام ارواحنا لہم الفداء کے زرین اقوال بھی روایات و احادیث کی شکل میں تناسب مباحث کے اعتبار سے پیش کئے جائیں گے۔

قرآن میں نفاق و منافقین

منافقین کی خصوصیت و صفات کی شناخت کے سلسلہ میں، قرآن اکثر مقام پر جو تاکید کر رہا ہے وہ تاکید کفار کے سلسلہ میں نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار علی الاعلان، مومنین کے مد مقابل ہیں، اور اپنی عداوت خصوصیت کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں، لیکن منافقین وہ دشمن ہیں جو دوستی کا لباس پہن کر اپنی ہی صف میں مستقر ہوتے ہیں، اور اس طریقہ سے وہ شدید ترین نقصان اسلام اور مسلمین پر وارد کرتے ہیں، منافقین کا مخفیانہ و شاطرانہ طرز عمل ایک طرف، ظواہر کی آراستگی دوسری طرف، اس بات کا موجب بنتی ہے کہ سب سے پہلے ان کی شناخت کے لئے خاص بینائی و بصیرت چاہئے، دوسرے ان کا خطرہ و خوف آشکار دشمن سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کن للعدو المكاتم اشدّ حذر منك للعدو المبارز" ۷

آشکار و ظاہر دشمن کی بہ نسبت باطن و مخفی دشمن سے بہت زیادہ ڈرو۔

آیت اللہ شہید مطہری، معاشرہ میں نفاق کے شدید خطرے نیز نفاق شناسی کی اہمیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نفاق کے خطرے اور نقصان جو کفر کے خطرے اور ضرر سے کہیں زیادہ شدید تر ہے، تردید کا شکار ہو، اس لئے کہ نفاق ایک قسم کا کفر ہی ہے، جو حجاب کے اندر ہے جب تک حجاب کی چلمن اٹھے اور اس کا مکروہ و زشت چہرہ عیاں ہو، تب تک نہ جانے کتنے لوگ دھوکے و فریب کے شکار اور گمراہ ہوچکے ہوں گے، کیوں مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام کی پیش قدمی کی حالت، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرق رکھتی ہے، ہم شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام کا طریقہ کار، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہے، کیوں پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش قدمی اتنی سریع ہے کہ ایک کے بعد ایک دشمن شکست سے دوچار ہوتے جارہے ہیں، لیکن جب مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام دشمنوں کے مد مقابل آتے ہیں، تو بہت ہی فشار و مشکلات میں گرفتار ہوجاتے ہیں، ان کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی پیش رفت حاصل نہیں ہوتی، صرف یہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر آپ کو دشمنوں سے شکست کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسا کیوں ہے؟!

صرف اس لئے کہ پیامبر عظیم الشان کا مقابلہ کافروں سے تھا اور امیر المومنین علیہ السلام کا مقابلہ منافقین گروہ سے تھا ۸

سورۃ توبہ کی آیت نمبر 101 سے استفادہ ہوتا ہے کہ کبھی چہرۂ نفاق اس قدر غاۓ ایمان سے آراستہ ہوتا ہے کہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی عادی علم کے ذریعہ اس کی شناخت مشکل ہوجاتی ہے، اللہ ہے جو وحی کے وسیلہ سے اس جماعت کا تعارف کراتا ہے۔

(وَمَمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ يَرُدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ) ۹

اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دھرا عذاب کریں گے اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دئے جائیں گے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، اسلامی معاشرہ میں نفاق کے آفات و خطرات کا اظہار کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

((وَلَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ: اِنِّي لَا اخافُ عَلَى امْتِي مَوْمِنًا وَلَا مُشْرِكًا اَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللَّهُ بِاِيْمَانِهِ وَ اَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللَّهُ بِشُرْكَهِ وَلَكِنِّي اخافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقٍ الْجَنَانِ، عَالِمِ اللِّسَانِ يَقُولُ مَا تَعْرِفُونَ وَ يَفْعَلُ مَا تَنْكُرُونَ)) ۱۰ رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے: میں اپنی امت کے سلسلہ میں نہ کسی مومن سے خوف زدہ ہوں اور نہ مشرک سے، مومن کو اللہ اس کے ایمان کی بنا پر برائی سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک کی بنا پر مغلوب کر دے گا، سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم اور دل کے منافق ہیں کہتے وہی ہیں، جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہ ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو۔ اسی نفاق کے خدو خال کی پیچیدگی کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کی زمام داری کی پانچ سال کی مدت میں دشمنوں سے جنگ کی مشکلات کہیں زیادہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشکلات و زحمت سے تھیں۔

پیامبر عظیم الشان ان افراد سے بر سر پیکار تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد لیکن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ان افراد سے مشغول مبارزہ و جنگ تھے جن کی پیشانیوں پر کثرت سجدہ کی بنا پر نشان پڑے ہوئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام ان افراد سے جنگ و جدال کر رہے تھے جن کی رات گئے تلاوت قرآن کی صدا دلسوز حضرت کمیل جیسی فرد پر بھی اثر انداز ہو گئی تھی ۱۱

آپ کا مقابلہ ایسے صاحبان اجتہاد سے تھا جو قرآن سے استنباط کرتے ہوئے آپ سے لڑ رہے تھے ۱۲ وہ افراد جو راہ خدا میں معرکہ و جہاد کے اعتبار سے درخشاں ماضی رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض کو تمغہ جانبازی و فدا کاری بھی حاصل تھا، لیکن دنیا پرستی نے ان صاحبان صفات و کردار کو حق کے مقابل لاکھڑا کیا۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر کو (سابقہ، فداکاری و معرکہ آرائی دیکھتے ہوئے) سیف الاسلام کے لقب سے نوازا تھا اور طلحہ جنگ احد کے جانباز و دلیر تھے، ایسے رونما ہونے والے حالات و حادثات کا مقابلہ کرنا علوی بصیرت ہی کا کام ہے۔

قابل توجہ یہ ہے کہ مولائے کائنات نے نہج البلاغہ میں ایسے افراد سے جنگ کرنے کی بصیرت و بینائی پر افتخار کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے علاوہ کسی بھی فرد کے اندر یہ صلاحیت نہ تھی جو ان سے مقابلہ و مبارزہ کرتا۔

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي فَقَاتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِيَ عَلَيْهَا اَحَدٌ غَيْرِي)) ۱۳

لوگو! یاد رکھو میں نے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے۔

قرآن مجید حکم دے رہا ہے کہ اپنے آشکار و مخفی دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے پوری طاقت سے مستعد رہو اور طاقت حاصل کرو تاکہ تمہاری قدرت و اقتداران کی خلاف ورزی روکنے کا ذریعہ ہو جائے۔

(واعدوا لهم ما استتطعتن من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم آخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم) ۱۴

اور تم سب ان کے مقابلہ کے لئے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اپنے دشمن اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے ہو اور اللہ جانتا ہے (منافقین) سب کو خوفزدہ کردو۔ اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں طاقت و قدرت کا حصول تجاوز و قانون کی خلاف ورزی روکنے کا وسیلہ ہے نہ تجاوز گری کا ذریعہ۔

منافقین ان افراد میں سے ہیں جو ہمیشہ اسلامی نظام و سر زمین پر تعرض و تجاوز کا خیال رکھتے ہیں لہذا نظامی و انتظامی اعتبار سے آمادگی اور معاشرہ کا صاحب بصارت و دانائی ہونا سبب ہوگا کہ وہ اپنے خیال خام سے باز رہیں، اس نکتہ کا بیان بھی ضروری ہے کہ قوت و قدرت کا حصول (آمادگی) صرف جنگ و معرکہ آرائی پر منحصر نہ ہو اگر چہ جنگ و رزم میں مستعد ہونا، اس کے ایک روشن و واضح مصادیق میں سے ہے، لیکن دشمن کی خصوصیت، اس کے حملہ آور وسائل کی شناخت و پہچان کے لئے بصیرت کا وجود، حصول قدرت و اقتدار کے ارکان میں سے ہے۔

جب کہ منافقین کا شمار خطرناک ترین دشمنوں میں ہوتا ہے لہذا، نفاق اور اس کی خصوصیت و صفات کی شناخت ان چند ضرورتوں میں سے ایک ہے جسے عالم اسلام ہمیشہ قابل توجہ قرار دے۔ اس لئے کہ ممکن ہے ہزار چہرے والے دشمن (منافق) سے غفلت ورزی، شاید اسلامی نظام و مسلمانوں کے لئے ایسی کاری ضرب ثابت ہو جو التیام و بہبود کے قابل ہی نہ ہو۔

نفاق کے لغوی و اصطلاحی معانی

لفظ نفاق کا ریشہ اور اس کے اصل لفظ نفاق کے معنی، کفر کو پوشیدہ، اور ایمان کا ظاہر کرنا ہے، نفاق کا استعمال اس معنی میں پہلی مرتبہ قرآن میں ہوا ہے، عرب میں اسلام سے قبل اس معنی کا استعمال نہیں تھا، ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:

((وہو اسم لم يعرفه العرب بالمعنى المخصوص وهو الذى يستر كفره و يظهريه ايمانه)) ۱۵

لفظ نفاق کا اس خاص معنی میں استعمال لغت کے اعتبار سے چار احتمال ہو سکتا ہے:

پہلا احتمال:

یہ ہے کہ نفاق بمعنی اذہاب و اہلاک کے ہیں، جیسے (نفقت الدابة) کہ حیوان کے برباد و ہلاک ہوجانے کے معنی میں ہے۔

نفاق کا اس معنی سے تناسب یہ ہے کہ منافق اپنے نفاق کی بنا پر اس میت کے مثل ہے جو برباد و تباہ ہوجاتی ہے۔

دوسرا احتمال:

نفاق ذیل عبارت سے اخذ کیا گیا ہے:

((نفقت لسلعة اذا راجت و کثرت طلبها))

وہ سامان جو بہت زیادہ رائج ہو اور اس کے طلب گار بھی زیادہ ہوں تو یہاں پر لفظ "نفق" کا استعمال ہوتا ہے، اس بنا پر اہل لغت کا اصطلاحی مفہوم سے مرتبط ہوتے ہوئے، نفاق یہ ہے کہ منافق ظاہر میں اسلام کو رواج دیتا ہے، کیوں کہ اسلام کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں۔

تیسرا احتمال:

نفاق، زمین دوز راستہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

((النفاق سرب فی الارض له مخلص الی المكان))

اس اصل کے مطابق منافق ان افراد کے مثل ہے جو خطرات کی بنا پر زمین دوز راستہ (سرنگ) میں مخفی ہو جائے، یعنی منافق بھی اسلام کے لباس کو زیب تن کر کے خود کو محفوظ کر لیتا ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوتا ہے۔

چوتھا احتمال:

نفاق کا ریشہ "نافقاء" ہے، صحرائی چوہے اپنے گھر کے لئے دو راستہ بناتے ہیں ایک ظاہر و آشکار راستہ، اس کا نام "قاصعاء" ہے، دوسرا مخفی و پوشیدہ راستہ، اس کا نام "نافقاء" ہے، جب صحرائی چوہا خطرہ کا احساس کرتا ہے تو، قاصعاء سے داخل ہو کر نافقاء سے فرار کرتا ہے۔

اس احتمال کی بنا پر، منافق ہمیشہ خروج کے لئے دو راستہ اپناتا ہے، ایمان پر کبھی بھی ثابت قدم نہیں رہتا اگرچہ اس کا حقیقی راستہ کفر ہے لیکن اسلام کا ظاہر کر کے اپنے کو خطرے سے بچا لیتا ہے۔ ابتدا میں دو احتمال یعنی، نفاق بمعنی ہلاک ہونے اور ترویج پانے کے سلسلے میں علماء لغت کی طرف سے کوئی تائید نہیں ملتی ہے، لہذا ان معانی سے اعراض کرنا چاہئے، لیکن تیسرے اور چوتھے احتمال میں سے کون سا احتمال اساسی و بنیادی ہے اس کے لئے مزید بحث و مباحثہ کی ضرورت ہے۔

تمام مجموعی احتمالات سے ایک نکتہ ضرور سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ نفاق کے معانی میں دو عنصر قطعاً موجود ہے، 1: عنصر دورخی، 2: عنصر پوشیدہ کاری

اس بنا پر نفاق کے معانی میں دو رخ و پوشیدہ کاری کا بھی اضافہ کر دینا چاہئے، منافق وہ ہے جو دو روئی کا حامل ہوتا ہے، اور اپنی صفت کو پوشیدہ بھی رکھتا ہے۔

قرآن و احادیث میں نفاق کے معانی روایات و قرآن میں نفاق دو معانی اور دو عنوان سے استعمال ہوا ہے:

1. اعتقادی نفاق

قرآن و حدیث میں نفاق کا پہلا عنوان اسلام کا ظاہر کرنا، اور باطن میں کافر ہونا، اس نفاق کو اعتقادی نفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن میں جس مقام پر بھی نفاق کا لفظ استعمال ہوا ہے یہی معنی منظور نظر ہے، یعنی کسی فرد کا ظاہر میں اسلام کا دم بھرنا، لیکن باطن میں کفر کا شیدائی ہونا۔ سورہ منافق کی پہلی آیت اسی معنی کو بیان کر رہی ہے۔

(اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اَنْكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ لِرَسُولِهِ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنْ الْمُنَافِقُونَ لَكَاذِبُونَ)

پیغمبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔

سورہ نساء میں منافقین کی باطنی وضعیت اس طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

(وَدُوّ لَوْ تَكَفَّرُوا كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً) ۱۶

یہ منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ اور سب برابر ہو جائیں۔

اس بنیاد پر امکان ہے کہ مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو اسلام کا اظہار کرتے ہوں اور باطن میں دین اور اس کی حقانیت پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔

لیکن ان کے اس فعل کا محرک کیا ہے؟ اس کا ذکر تاریخ نفاق کی فصل میں بیان ہوگا، اس نوعیت کے افراد کا فعل نفاق ہے اور ان کو منافق کہا جاتا ہے۔

یقیناً بعض افراد کا اسلام، جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اسی زمرہ میں آتا ہے، مثال کے طور پر ابوسفیان کا اسلام، پیامبر عظیم الشان کے بعد کے واقعات، خصوصاً عثمان کے دورہ خلافت میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ، ان کا اسلام چال بازی اور مکاری سے لبریز تھا، آہستہ آہستہ خلافتی ڈھانچے میں اثر و رسوخ بڑھاتے ہوئے اسلام کے پردے میں کفر ہی کی پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ عثمان کے عصر خلافت میں ابوسفیان، سید الشہدا حضرت حمزہ کی قبر کے پاس آکر کہتا ہے، اے حمزہ! کل جس اسلام کے لئے تم جنگ کر رہے تھے، آج وہ اسلام گیند کے مثل میری اولاد میں دست بدست ہو رہا ہے ۱۷

ابوسفیان، خلافت عثمان کے ابتدائی ایام میں خاندان بنی امیہ کے اجتماع میں اپنے نفاق کا اظہار یوں کرتا ہے، خاندان تمیم وعدی (ابوبکر و عمر کے بعد) خلافت تم کو نصیب ہوئی اس سے گیند کی طرح کھیلنے رہو اور اس گیند (خلافت) کے لئے قدم، بنی امیہ سے انتخاب کرو، یہ خلافت صرف سلطنت و بشر کی سرداری ہے اور جان لو کہ میں ہر گز جنت و جہنم پر ایمان نہیں رکھتا ہوں ۱۸

جس وقت ابوبکر نے امور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا ابوسفیان چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف و تفرقہ پیدا ہو جائے اور اسی غرض کے تحت مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے حمایت و مساعدت کی پیشکش کرتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کو اچھے طریقہ سے پہچانتے تھے، پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا: تم اور حق کے طرفدار؟! تم تو روزِ اوّل ہی سے اسلام و مسلمان کے دشمن تھے آپ نے اس کی منافقانہ بیعت کے دراز شدہ دست کو رد کرتے ہوئے چہرہ کو موڑ لیا ۱۹

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوسفیان ان افراد میں سے تھا جن کے جسم و روح، اسلام سے بیگانہ تھے اور صرف اسلام کا اظہار کرتا تھا۔

2. اخلاقی نفاق

نفاق کا دوسرا عنوان اور معنی جو بعض روایات میں استعمال ہوا ہے اخلاقی نفاق ہے، یعنی دینداری کا نعرہ بلند کرنا، لیکن دین کے قانون پر عمل نہ کرنا، اس کو اخلاقی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے ۲۰ البتہ اخلاقی نفاق کبھی فردی اور کبھی اجتماعی پہلوؤں میں رونما ہوتا ہے، وہ فرد جو اسلام کے فردی احکام و قوانین اور اس کی حیثیت کو پامال کر رہا ہو وہ فردی اخلاقی نفاق میں مبتلا ہے اور وہ شخص جو معاشرے کے حقوق و اجتماعی احکام کو جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے نہ بجالاتا ہو تو، وہ نفاق اخلاق اجتماعی سے دوچار ہے۔

فردی، نفاق اخلاق کی چند قسمیں، ائمہ حضرات کی احادیث کے ذریعہ پیش کی جا رہی ہیں، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((اظهر الناس نفاقاً من امر با لطاعة ولم يعمل بها ونهى عن المعصية ولم ينته عنها)) ۲۱

کسی فرد کا سب سے واضح و نمایاں نفاق یہ ہے کہ اطاعت (خداوند متعال) کا حکم دے لیکن خود مطیع و فرمان بردار نہ ہو، گناہ و عصیان کو منع کرتا ہے لیکن خود کو اس سے باز نہیں رکھتا۔
حضرت امام صادق علیہ السلام مرسل اعظم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ما زاد خشوع الجسد على ما فى القلب فهو عندنا نفاق)) ۲۲

جب کبھی جسم (ظاہر) کا خشوع، خشوع قلب (باطن) سے زیادہ ہو تو ایسی حالت ہمارے نزدیک نفاق ہے۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((ان المنافق ينهى ولا ينتهى و يامر بما لا ياتى يمسى وهمه العشا وهو مفطر و يصبح وهمه النوم ولم

يسهر)) ۲۳

یقیناً منافق وہ شخص ہے جو لوگوں کو منع کرتا ہے لیکن خود اس کام سے پرہیز نہیں کرتا ہے، اور ایسے کام کا حکم دیتا ہے جس کو خود انجام نہیں دیتا، اور جب شب ہوتی ہے تو سواء شام کے کھانے کے اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ وہ روزہ سے بھی نہیں ہوتا، اور جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو سونے کی فکر میں رہتا ہے، حالانکہ شب بیداری بھی نہیں کرتا (یعنی ہدف و مقصد صرف خواب و خوراک ہے)۔

ذکر شدہ روایات اور اس کے علاوہ دیگر احادیث جو ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں ان کی روشنی میں بے عمل عالم اور ریا کار شخص کا شمار انہیں لوگوں میں سے ہے جو فردی اخلاقی نفاق سے دوچار ہوتے ہیں۔
نفاق اخلاقی اجتماعی کے سلسلہ میں معصومین علیہ السلام سے بہت سی احادیث صادر ہوئی ہیں، چند عدد پیش کی جا رہی ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((ان المنافق..... ان حدثك كذبك و ان ائتمنه خانك وان غبت اغتابك وان وعدك اخلفك)) ۲۴

منافق جب تم سے گفتگو کرے تو جھوٹ بولتا ہے، اگر اس کے پاس امانت رکھو تو خیانت کرتا ہے، اگر اس کی

نظروں سے اوجھل رہو تو غیبت کرتا ہے، اگر تم سے وعدہ کرے تو وفا نہیں کرتا ہے۔

پیامبر عظیم الشان (ص) نفاق اخلاقی کے صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اربع من كن فيه فهو منافق وان كانت فيه واحدة منهم كانت فيه خصله من النفاق من اذا حدّث كذب واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر)) ۲۵

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں پائی جائیں تو وہ منافق ہے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اگر عہد و پیمان کرے تو اس پر عمل نہ کرے، جب پیروز و کامیاب ہو جائے تو برے اعمال کے ارتکاب سے پرہیز نہ کرے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((كثرة الوفاق نفاق)) ۲۶

کسی شخص کی زیادہ ہی وفاقی اور سازگاری مزاج و طبیعت کا ہونا یہ اس کے نفاق کی علامت ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ صاحب ایمان ہمیشہ حق کا طرف دار ہوتا ہے اور حق کا مزاج رکھنے والا کبھی بھی سب سے خاص کر ان لوگوں سے جو باطل پرست ہیں سازگار و ہمراہ نہیں ہوتا، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے، صاحب ایمان ابن الوقت نہیں ہوتا۔

نفاق اجتماعی کا آشکار ترین نمونہ اجتماعی زندگی و معاشرے میں دور روئی اور دو زبان کا ہونا ہے، یعنی انسان کا کسی کے حضور میں تعریف و تمجید کرنا لیکن پس پشت مذمت و برائی کرنا۔

صاف و شفاف گفتگو، حق و صداقت کی پرستاری، صاحب ایمان کے صفات میں سے ہیں، صرف چند ایسے خاص مواقع میں جہاں اہم حکمت اس بات کا اقتضا کرتی ہے جیسے جنگ اور اس کے اسرار کی حفاظت، افراد اور جماعت میں صلح و مصالحت کی خاطر صدق گوئی سے اعراض کیا جاسکتا ہے ۲۷

پیامبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوعیت کے نفاق کے انجام و نتیجہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((من كان له وجهان في الدنيا كان له لسانان من نار يوم القيامة)) ۲۸

جو شخص بھی دنیا میں دو چہرے والا ہوگا، آخرت میں اسے دو آتشی زبان دی جائے گی۔

امام حضرت محمد باقر علیہ السلام بھی اخلاقی نفاق کے خدو خال کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((بئس العبد يكون ذا وجهين و ذا لسانين يطري اخاه شاهداً و يأكله غائباً ان اعطى حسده وان ابتلى خذله)) ۲۹

بہت بدبخت و بد سرشت ہے، وہ بندہ جو دو چہرے اور دو زبان والا ہے، اپنے دینی بھائی کے سامنے توتعریف و تمجید کرتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کو ناسزا کہتا ہے، اگر اللہ اس کے دینی بھائی کو کچھ عطا کرتا ہے تو حسد کرتا ہے، اگر کسی مشکل میگردار ہوتا ہے تو اس کی اہانت کرتا ہے۔

اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ مشہور نظریہ

مشہور و معروف نظریہ، نفاق کے وجود و آغاز کے سلسلہ میں یہ ہے کہ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی، اسفکر و نظر کی دلیل یہ ہے کہ مکہ میں مسلمین بہت کم تعداد اور فشار میں تھے، لہذا کم تعداد افراد سے مقابلے کے لئے، کفار کی طرف سے منافقانہ و مخفیانہ حرکت کی کوئی ضرورت نہیں تھی، مکہ کے کفار و مشرکین علی

الاعلان آزار و اذیت، شکنجہ دیا کرتے تھے۔

عظیم الشان پیامبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کی بنا پر اسلام نے ایک نئی کروٹ لی، روز بروز اسلام کے اقتدار و طاقت، شان و شوکت میں اضافہ ہونے لگا، لہذا اس موقع پر بعض اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی نقاب اوڑھ کر دینداری کا اظہار کرتے ہوئے اسلام کو تباہ و نابود کرنے کی کوشش شروع کردی، اسلام کا اظہار اس لئے کرتے تھے تاکہ اسلام کی حکومت و طاقت سے محفوظ رہ سکیں، لیکن باطن میں اسلام کے جگر خوار و جانیدشمن تھے، یہ نفاق کا نقطہ آغاز تھا، خاص کر ان افراد کے لئے جن کی علمداری اور سرداری کو شدید جھٹکا لگا تھا، وہ کچھ زیادہ ہی پیامبر اکرم اور ان کے مشن سے عناد و کینہ رکھنے لگے تھے۔

عبداللہ ابن ابی انہی منافقین میں سے تھا، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل اوس و خزرج مدینہ کے دو طاقتور قبیلہ کی سرداری اسے نصیب ہونی تھی، لیکن بد نصیبی سے واقعہ ہجرت پیش آنے کی بنا پر سرداری کے یہ تمام پروگرام خاکستر ہو کر رہ گئے، بعد میں گر چہ اس نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا، لیکن رفتار و گفتار کے ذریعہ، اپنے بغض و کینہ، عناد و عداوت کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا، یہ مدینہ میں جماعت نفاق کا رئیس و افسر تھا، قرآن مجید کی بعض آیات میں اس کی منافقانہ اعمال و حرکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

جب پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے۔ اس نے پیامبر عظیم الشان (ص) سے کہا: ہم فریب میں پڑنے والے نہیں، ان کے پاس جاؤ جو تم کو یہاں لائے ہیں اور تم کو فریب دیا ہے، عبد اللہ ابن ابی کیاس ناسزا گفتگو کے فوراً بعد ہی سعد بن عبادہ رسول اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی آپ غمگین و رنجیدہ خاطر نہ ہوں، اوس و خزرج کا ارادہ تھا کہ اس کو اپنے اپنے قبیلہ کا سردار بنائیں گے، لیکن آپ کے آنے سے حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں، اس کی فرمان روائی سلب ہو چکی ہے، آپ ہمارے قبیلے خزرج میں تشریف لائیں، ہم صاحب قدرت اور باوقار افراد ہیں۔ ۳۰

اسمیں کوئی شک نہیں کہ نفاق کا مبدا ایک اجتماعی و معاشرتی پروگرام کے تحت مدینہ ہے، نفاق اجتماعی کے پروگرام کی شکل گیری کا اصل عامل حق کی حاکمیت و حکومت ہے، جو پہلی مرتبہ مدینہ میں تشکیل ہوئی، پیامبر عظیم الشان کا مدینہ میں وارد ہونا و اسلام کا روز بروز قوی و مستحکم ہونا باعث ہوا کہ منافقین کی مرموز حرکات وجود میں آئیں، البتہ منافقین کی یہ خیانت کارانہ حرکتیں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں میں زیادہ قابل لمس ہیں۔

قرآن مجید میں بطور صریح جنگ بدر، احد، بنی نظیر، خندق و تبوک نیز مسجد ضرار کے سلسلہ میں منافقین کی سازشیں بیان کی گئی ہیں۔

مدینہ میں جماعت نفاق کے منظم و مرتب پروگرام کے نمونے، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشکلات کھڑی کرنا، مسجد ضرار کی تعمیر کے لئے، چال بازی و شعبدہ بازی کا استعمال کرنا۔

پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوہ تبوک کے لئے اعلان کرنا تھا کہ منافقین کی حرکات میں شدت آگئی، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں منافقانہ حرکتیں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں، مدینہ سے تبوک کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار کیلو میٹر تھا، موسم بھی گرم تھا، محصول زراعت و باغات کے ایام تھے، اس جنگ میں مسلمانوں کی مد مقابل روم کی سوپر پاور حکومت تھی، یہ تمام حالات منافقین کے فیور (موافق) میں تھے، تاکہ زیادہ سے

زیادہ افراد کو جنگ پر جانے سے روکسکیں، اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

منافقین کے ایک اجتماع میں جو سویلم یہودی کے یہاں برپا ہوا تھا، جس میں منافق جماعت کے بلند پایہ ارکان موجود تھے، طے یہ ہوا کہ مسلمانوں کو روم کی طاقت و قوت کا خوف دلایا جائے، ان کے دلوں میں روم کی ناقابل تسخیر فوجی طاقت کا رعب بٹھایا جائے۔

اس جلسہ اور اہداف کی خبر پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی، آپ نے اسلام کے خلاف سازشی مرکز کو ختم نیز دوسروں کی عبرت کے لئے حکم دیا، سویلم کے گھر کو جلادیا جائے آپ نے اس طریقہ سے ایک سازشی جلسہ نیز ان کے ارکان کو متفرق کر کے رکھ دیا ۳۱

مسجد ضرار کی تعمیر کے سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ منافقین میں سے کچھ افراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک مسجد قبیلہ بنی سالم کے درمیان مسجد قبا کے نزدیک بنانے کی اجازت چاہی، تاکہ بوڑھے، بیمار اور وہ جو مسجد قبا جانے سے معذور ہیں خصوصاً بارانی راتوں میں، وہ اس مسجد میں اسلامی فریضہ اور عبادت الہی کو انجام دے سکیں، ان لوگوں نے تعمیر مسجد کی اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افتتاح مسجد کی درخواست بھی کی، آپ نے فرمایا: میں ابھی عازم تبوک ہوں واپسی پر انشاء اللہ اسکام کو انجام دوں گا، تبوک سے واپسی پر ابھی آپ مدینہ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد مینماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، اس موقع پر وحی کا نزول ہوا ۳۲ جس نے ان کے افعال و اسرار کی پول کھول کر رکھدی، پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد مینماز پڑھنے کے بجائے تخریب کا حکم دیا تخریب شدہ مکان کو شہر کے کوڑے اور گندگی ڈالنے کی جگہ قرار دیا۔

اگر اس جماعت کے فعل کی ظاہری صورت کا مشاہدہ کریں تو پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے حکم سے حیرت ہوتی ہے لیکن جب اس قضیہ کے باطنی مسئلہ کی تحقیق و جستجو کریں تو حقیقت سامنے آتی ہے، یہ مسجد جو خراب ہونے کے بعد مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی، ابو عامر کے حکم سے بنائی گئی تھی، یہ مسجد نہیں بلکہ جاسوسی اور سازشی مرکز تھا، اسلام کے خلاف جاسوسی و تبلیغ اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ایجاد کرنا اس کے اہداف و مقاصد تھے۔

ابو عامر مسیحی عالم تھا زمانہ جاہلیت میں عبّاد و زہّاد میں شمار ہوتا تھا اور قبیلہ خزرج میں وسیع عمل و دخل رکھتا تھا، جب مرسل اعظم نے مدینہ ہجرت فرمائی مسلمان آپ کے گرد جمع ہو گئے خصوصاً جنگ بدر میں مسلمانوں کی مشرکوں پر کامیابی کے بعد اسلام ترقی کرتا چلا گیا، ابو عامر جو پہلے ظہور پیامبر (ص) کا مژدہ سناتا تھا جب اس نے اپنے اطراف و جوانب کو خالی ہوتے دیکھا تو اسلام کے خلاف اقدام کرنا شروع کر دیا، مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور دیگر قبائل عرب سے، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مدد حاصل کرنی چاہی، جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف پروگرام مرتب کرنے میں اسکا بڑا ہاتھ تھا، دونوں لشکر کی صفوں کے درمیان میں خندق کے بنائے جانے کا حکم اسی کی طرف سے تھا، جس میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گر پڑے آپ کی پیشانی مجروح ہو گئی دندان مبارک ٹوٹ گئے، جنگ احد کے تمام ہونے کے بعد، باوجود اس کے کہ مسلمان اس جنگ میں کافی مشکلات و زحمات سے دوچار تھے، اسلام مزید ارتقاء کی منزلیں طے کرنے لگا صدائے اسلام پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی ابو عامر، یہ کامیابی و کامرانی دیکھ کر مدینہ سے بادشاہ روم ہرقل کے پاس گیا تاکہ اس کی مدد سے اسلام کی پیش رفت کو روک سکے، لیکن موت نے فرصت نہ دی کہ اپنی آرزو و خواہش کو عملی جامہ پہنا سکے، لیکن بعض کتب کے حوالہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ

بادشاہروم سے ملا اور اس نے حوصلہ افزا وعدے بھی کئے۔

اسنکتہ کو بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس کی تخریبی حرکتیں اور عناد پسند طبیعت کی بنا پر پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فاسد کا لقب دے رکھا تھا، بھر حال اس کے قبل کہ وہ واصل جہنم ہوا، ایک خطمدینہ کے منافقین کے نام تحریر کیا جس میں لشکر روم کی آمد اور ایک ایسے مکان و مقام کی تعمیر کا حکم تھا جو اسلام کے خلاف سازشی مرکز ہو، لیکن چونکہ ایسا مرکز منافقین کے بنانا چنداں آسان نہیں تھا لہذا انہوں نے مصلحتاً معذوروں، بیماروں، بوڑھوں کی آڑ میں مسجد کی بنیاد ڈالکر ابو عامر کے حکم کی تعمیل کی، مرکز نفاق مسجد کی شکل میں بنایا گیا، مسجد کا امام جماعت ایک نیک سیرت جوان بنام مجمع بن حارثہ کو معین کیا گیا، تاکہ مسجد قبا کے نماز گزاروں کی توجہ اس مسجد کی طرف مبذول کی جاسکے، اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے، لیکن اس مسجد کے سلسلہ میں آیات قرآن کے نزول کے بعد پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرکز نفاق کو خراب کرنے کا حکم دے دیا ۳۳، تاریخ کا یہ نمونہ جسے قرآن بھی ذکر کر رہا ہے منافقین کی مدینہ میں منظم کارکردگی کا واضح ثبوت ہے۔

مشہور نظریہ کی تحقیق

مشہور نظریہ کے مطابق نفاق کا آغاز مدینہ ہے، اور نفاق کا وجود، حکومت و قدرت سے خوف و ہراس کی بنا پر ہوتا ہے، اس لئے کہ مکہ کے مسلمانوں میں قدرت و طاقت والے تھے ہی نہیں، لہذا وہاں نفاق کا وجود میں آنا بے معنی تھا، صرف مدینہ میں مسلمان صاحب قدرت و حکومت تھے لہذا نفاق کا مبداء مدینہ ہے۔ لیکن نفاق کی بنیاد صرف حکومت سے خوف و وحشت کی بنا پر جو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اسلام میں منصب و قدرت کے حصول کی طمع بھی نفاق کے وجود میں آنے کا عامل ہو سکتی ہے، لہذا، نفاق کی دو قسم ہونی چاہئے:

1. نفاق خوف:

ان افراد کا نفاق جو اسلام کی قدرت و اقتدار سے خوف زدہ ہو کر اظہار اسلام کرتے ہوئے اسلام کے خلاف کام کیا کرتے تھے۔

2. نفاق طمع:

ان افراد کا نفاق جو اسلحہ میں اسلام کا دم بھرتے تھے کہاگر ایک روز اسلام صاحب قدرت و سطوت ہوا، تو اس کی زعامت و مناصب پر قابض ہو جائیں یا اس کے حصہ دار بن جائیں۔ نفاق بر بناء خوف کا سر چشمہ مدینہ ہے، اس لئے کہ اہل اسلام نے قدرت و اقتدار کی باگ ڈور مدینہ میں حاصل کیا۔

لیکن نفاق بر بناء طمع و حرص کا مبداء و عنصر مکہ ہونا چاہئے، عقل و فکر کی بنا پر بعید نہیں ہے کہ بعض افراد روز بروز اسلام کی ترقی، اقتصادی اور سماجی بائیکاٹ کے باوجود اسلام کی کامیابی، مکرر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اسلام کے عالمی ہونے والی خوش خبری وغیرہ کو دیکھتے ہوئے دور اندیش ہوں، کہ آج کا ضعیف اسلام کل قوت و طاقت میں تبدیل ہو جائے گا، اسی دور اندیشی و طمع کی بنا پر اسلام لائے ہوں، تاکہ آئندہ اپنے اسلام کے ذریعہ اسلام کے منصب و قدرت کے حق دار بن جائیں۔

اس مطلب کا ذکر ضروری ہے کہ منافق طمع کے افعال و کارکردگی منافق خوف کی فعالیت و کارکردگی سے کافی جدا ہے، منافق خوف کی خصوصیت خراب کاری، کار شکنی، بیخ کنی، اذیت و تکلیف سے دوچار کرنا ہے، جب کہ منافق طمع ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ ایک تحریکی کامیابی کے سلسلہ میں کوشش کرتے ہیں، تاکہ وہ تحریک ایک شکل و صورت میں تبدیل ہو جائے، اور یہ قدرتی نبض اور دھڑکن کو اپنے ہاتھوں میں لے سکیں، منافق طمع صرف وہاں تخریبی حرکات کو انجام دیتے ہیں جہاں ان کے بنیادی منافع خطرے میں پڑ جائیں۔

اگر ہم نفاق طمع کے وجود کو مکہ قبول کریں، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ نفاق کا وجود اور اس کے آغاز کو مدینہ تسلیم کیا جائے۔

جیسا کہ مفسر قرآن علامہ طباطبائی (رح) اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں ۳۴، آپایک سوال کے ذریعہ کو مذکورہ مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں، باوجودیکہ اس قدر منافقین کے سلسلہ میں آیات، قرآن می موجود ہیں، کیوں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد منافقین کا چرچا نہیں ہوتا، منافقین کے بارے میں کوئی گفتگو اور مذاکرات نہیں ہوتے، کیا وہ صفحہ ہستی سے محو ہو گئے تھے؟ کیا پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی بنا پر منتشر اور پراکندہ ہو گئے تھے؟ یا اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی؟ یا اس کی وجہ یہ تھی کہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صاحبان نفاق طمع، صاحبان نفاق خوف کا تال میل ہو گیا تھا، اپنی خواہشات و حکمت عملی کو جام عمل پہنا چکے تھے، اسلام کی حکومت و ثروت پر قبضہ کر چکے تھے اور بہ بانگ دھل یہ شعر پڑھ رہے تھے:

((لعبت هاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحى نزل))

خلاصہ بحث یہ ہے کہ نفاق اجتماعی ایک منظم تحریک کے عنوان سے مدینہ میں ظہور پذیر ہوا، لیکن نفاق فردی جو بر بناء طمع و حرص عالم وجود میں آیا ہو اس کو انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ اس نوعیت کا نفاق مکہ میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا، وہ افراد جو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستور و حکم سے سر پیچی کرتے تھے، ان میں بعض وہ تھے جو مکہ میں مسلمان ہوئے تھے، یہ وہی منافق تھے جو طمع و حرص کی بنا پر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔

مرض نفاق اور اس کے آثار

نفاق، قلب اور دل کی بیماری ہے، قرآن کی آیات اس باریکی کی طرف توجہ دلاتی ہیں، پاکیزہ قلب خدا کا عرش اور اللہ کا حرم ہے ۳۵، اسمیں اللہ کے علاوہ کسی اور کا گذر نہیں ہے، لیکن مریض و عیب دار دل، غیر خدا کی جگہ ہے ہوا و ہوس سے پر دل شیطان کا عرش ہے، قرآن مجید صریح الفاظ میں منافقین کو عیب دار اور مریض دل سمجھتا ہے:

نفاق جیسی پُر خطر بیماری میں مبتلا افراد، بزرگترین نقصان و ضرر سے دوچار ہوتے ہیں، اس لئے کہ آخرت میں نجات صرف قلب سلیم (پاکیزہ) کے ذریعہ ہی میسر ہے، ہوا و ہوس سے پر، غیر خدا کا محب و غیر خدا سے وابستہ دل نجات کا سبب نہیں۔

(یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم) ۳۷

اس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ قرآن مجید اس مرض و بیماری کی شناخت و واقفیت کے سلسلہ میں کچھ مفید نکات کا ذکر کر رہا ہے، تمام مسلمانوں کو ان نکات کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ اپنے قلب و دل کی صحت و سلامتی و نیز مرض کو تشخیص دے سکیں، نیز ان نکات کے ذریعہ معاشرے کے غیر سلیم و نادرست قلوب کی شناسائی کرتے ہوئے ان کے مراکز فساد و فتنہ سے مبارزہ کرسکیں۔

ایک سرسری جائزہ لیتے ہوئے آیاتِ قرآنی جو منافقین کی شناخت میں نازل ہوئی ہیں ان کو چند نوع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

وہ آیات جو اسلامی معاشرے میں منافقین کی سیاسی و اجتماعی روش و طرز کو بیان کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی فردی خصوصیت نیز ان کی نفسیاتی شخصیت و عادت کو رونما کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی ثقافتی روش و طرز عمل کو اجاگر کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین سے مبارزہ و رفتار کے طور و طریقہ کو پیش کرتی ہیں۔

پہلی نوع کی آیات میں منافقین کی سیاسی و معاشرتی اسلوب، اور دوسری نوع کی آیات میں منافقین کیانفرادی و نفسیاتی بیماری کی علامات کا ذکر ہے اور تیسری نوع کی آیات میں منافقین کی کفر و نفاق کے مرض کو وسعت دینے نیز اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے طریقے کو بیان کیا گیا ہے، چوتھی نوع کی آیات میں منافقین کی کارکردگی کو بے اثر بنانے کے طریقہ کار کو پیش کیا گیا ہے، اگر چہ قرآن میں جو آیات منافقین کے سلسلہ میں آئی ہیں وہ ان کی اعتقادی نفاق کو بیان کرتی ہیں، مگر جو آیات منافقین کی خصوصیت و صفات کو بیان کرتی ہیں وہ ان کی منافقانہ رفتار و گفتار کو پیش کر رہی ہیں خواہ اعتقادی ہوں یا نہ ہوں منافقین کے جو خصائص بیان کئے گئے ہیں، منافقانہ رفتار و گفتار کی شناخت کے لئے معیار و پیمانہ قرار دئے گئے ہیں، اس کے مطابق جو فرد یا جماعت بھی اس نوع و طرز کی رفتار و روش کی حامل ہوگی اس کا شمار منافقین میں ہوگا۔

۱ اصول کافی، ج 1، ص 43۔

۲۔ سورہ ممتحنہ / 1۔

۳۔ سورہ فاطر / 6۔

۴۔ سورہ نور / 21۔

۵۔ سورہ نساء / 101۔

۶۔ سورہ مائدہ / 82۔

۷۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج 20 ص 311۔

۸۔ مسئلہ نفاق: بنابر نقل نفاق یا کفر پنہان، ص 52۔

۹. سورہ توبہ / 101۔

۱۰. نہج البلاغہ، نامہ 27۔

۱۱. بحار الانوار، ج 33، ص 399۔

۱۲. سفینۃ البحار، ج 1، ص 380۔

۱۳. نہج البلاغہ، خطبہ 93۔

۱۴. سورہ انفال / 60۔

۱۵. نہایۃ، ابن اثیر، بحث "نفاق" و نیز: لسان العرب، ج 10، ص 359۔

۱۶. سورہ نساء / 89۔

۱۷. قاموس الرجال، ج 10، ص 89۔

۱۸. الاصابہ، ج 4، ص 88۔

۱۹. تفسیر سورہ توبہ و منافقون۔

۲۰. یقیناً اخلاق کی یہ حالتیں، رذائل کے اجزا میں سے ہے لیکن یہ کہ عادت رذیلہ روایات میں نفاق پر اطلاق ہوتی ہے یا نہیں یہ وہ موضوع ہے جسے اجاگر ہونا چاہئے علامہ مجلسی بحار الانوار ج 72 ص 108 میں اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں کہ روایات میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اصول کافی ج 2 میں ایک باب صفت النفاق و المنافق ہے اس باب کی اکثر احادیث انفرادی، اجتماعی اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے یہ خود دلیل ہے کہ نفاق روایات میں اس خاص معنی (نفاق اخلاقی) جس کا میں نے اشارہ کیا ہے استعمال ہوا ہے۔

۲۱. غرور الحکم، حدیث 3214۔

۲۲. اصول کافی، ج 2، ص 396۔

۲۳. اصول کافی، ج 2، ص 396۔

۲۴. المحجة البيضاء، ج 5، ص 282۔

۲۵. خصال شیخ صدوق، ص 254۔

۲۶. میزان الحکمت، ج 8، ص 3343۔

۲۷. غیبت و کذب سے مستثنیٰ موارد کے سلسلہ میں اخلاقی و فقہی کتب جیسے جامع السعادات اور مکاسب کی طرف مراجعہ کریں۔

۲۸. المحجة البيضاء، ج 5، ص 280۔

۲۹. المحجة البيضاء، ج 5، ص 282۔

۳۰. علام الوری، ص 44، بحار الانوار، ج 19 ص 108۔

۳۱. سیرت ابن حشام، ج 2، ص 517، منشور جاوید قرآن، ج 4، ص 112۔

۳۲. سورہ توبہ، 107 کے بعد کی آیتیں۔

۳۳. مجمع البیان، ج 3، ص 72۔

۳۴. تفسیر المیزان، ج 19 ص 287 تا 290، سورہ منافقون کی آیات 1 / 8 کے ذیل میں۔

۳۵. "قلب المؤمن عرش الرحمن" بحار الانوار، ج 58، ص 39۔ "لقلب حرم اللہ فلا تسکن حرم اللہ غیر اللہ" بحار الانوار، ج 70، ص 25۔

۳۶. سورہ بقرہ / 10، مائدہ / 52، توبہ / 125، محمد / 20۔ 29: بعض آیات میں (فی قلوبہم مرض) کے ہمراہ منافقون کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسے سورہ انفال کی آیت نمبر 49 و سورہ احزاب کی آیت نمبر 12 (اذا يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض) یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ بیمار دلوالے منافق ہی ہیں یا ان کے علاوہ دوسرے افراد، علامہ طباطبائی (رح) تفسیر المیزان، ج 15، ص 286، ج 9، ص 99، میں اندونوں کو الگ الگ شمار کرتے ہیں، آپ کا کہنا ہے کہ بیمار دل والوں سے مراد ضعیف الاعتقاد مسلمان ہیں، اور منافقین وہ ہیں جو ایمان و اسلام کا اظہار کرتے ہیں لیکن باطن میں کافر ہیں، بعض مفسرین کی نظر میں، بیمار دل صفت والے افراد منافق ہی ہیں، نفاق کے درجات ہیں، نفاق کا آغاز قلب و دل کی کجی اور روح کی بیماری سے شروع ہوتا ہے، اور آہستہ آہستہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے، لیکن میرے خیال میں منافقون، و (والذين في قلوبهم مرض) دو مترادف الفاظ کے مثل ہیجیسیہ فقیر و مسکین، اگر یہ دو لفظ ساتھ میں استعمال ہو تو ہر لفظ ایک مخصوص معنی کا حامل ہوگا، لیکن اگر جدا استعمال ہوتو دونوں کے معنی ایک ہی ہوں گے، اس بنا پر وہ آیات جس میں لفظ منافقون و (فی قلوبہم مرض) ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں، دونوں کے مستقل معنی ہیں، منافقون یعنی اسلام کا اظہار و کفر کا پوشیدہ رکھنا، و (فی قلوبہم مرض) یعنی ضعیف الایمان یا آغاز نفاق، لیکن جب (فی قلوبہم مرض) کا استعمال جدا ہو تو اس سے مراد منافقین ہیں، کیوں کہ منافقین وہی ہیں جو (فی قلوبہم مرض) کے مصداق ہیں،

۳۷. سورہ شعراء / 88 و 89۔